بانی : حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قدّس اللّٰہُ سِرّہُ السّعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت
سرپرست : ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر : مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر : محمد عباس شاد

ستمبر 2015ء / ذی تعدہ 1436ھ
جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 9 - قیمت: 20 روپے
سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

فہرست مضامین

- قربانی کی حقیقت
- انسانی اعمال اور کردار کی اہمیت
- آخر غلامی کی زنجیریں کب ٹوٹیں گی؟
- ہمارے مربی و محسن
- عیدالاضحیٰ؛ ایک عظیم الشان سنت
- قربانی ایک رسم نہیں، بلکہ دلوں کا علاج ہے
- سرمایہ پرستی کے ماحول کے بُرے اثرات
- اسلامی نظام کی خصوصیات ہمارے اندر نہیں رہیں
- مجالس ؛ افاداتِ علم و حکمت
- عہدِ حاضر کی عبقری اور تجدیدی شخصیت
- تکبیراتِ تشریق کے احکام
- طریقۂ نمازِ عیدالاضحیٰ
- احکام و مسائل قربانی
- 26 ستمبر 2012ء
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام
- عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ”لوگ بزرگوں کی سوانح عمریاں لکھتے ہیں کہ (وہ بزرگ) فلاں جگہ فلاں خاندان میں پیدا ہوئے اور یہ ہوا، وہ ہوا۔ (انھوں نے) یہ فرمایا، وہ فرمایا۔ (انھوں نے) ایسا کیا، ویسا کیا اور آخر (اُن کا) فلاں سن میں وصال ہوگیا۔

مگر (اُن کے حالات) لکھنے والے اُس راحت اور حالت کے متعلق کیا لکھ سکتے ہیں اور کیسے لکھ سکتے ہیں، جو اللہ والوں کو دنیا میں ہی حاصل ہے کہ وہ نہ اسے بیان کرتے ہیں اور نہ وہ کہنے میں آسکتی ہے۔ تو یہ سوانح عمریاں کیا ہوئیں؟ جب زندگی کی اصل بات ہی کا اس میں ذکر نہ آیا۔“

(5 محرم الحرام 1368ھ / 7 نومبر 1948ء بروز: اتوار۔ مقام: رام پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:366۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ نزد ائیر پورٹ، شاہراہ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تفسیر: مولانا ابوالکلام آزادؒ

قربانی کی حقیقت

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (37:22)

(یاد رکھو! اللہ تک ان قربانیوں کا نہ تو گوشت پہنچتا ہے، نہ خون۔ اس کے حضور جو کچھ پہنچ سکتا ہے، وہ تو صرف تمھارا تقویٰ ہے۔ (یعنی تمھارے دل کی نیکی ہے۔) ان جانوروں کو اس طرح تمھارے لیے مسخر کر دیا کہ اللہ کی رہنمائی پر اس کے شکر گزار ہو اور اس کے نام کی بڑائی کا آوازہ بلند کرو۔ اور نیک کرداروں کے لیے (قبولیتِ حق کی) خوش خبری ہے۔)

(اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورت الحج کی) آیت 26 سے 29 تک میں واضح کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اس عبادت گاہ (بیت اللہ الحرام) کی بنیاد رکھی تو کیا مقاصد اُن کے پیش نظر تھے؟ اور وحی الٰہی نے کس راہ کی تلقین کی تھی؟ اور پھر حج کا اعلان کیا گیا تو اس کے بنیادی اعمال و مقاصد کیا کیا تھے؟ اور کس طرح وحی الٰہی نے اس کی رہنمائی کی تھی۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ:

(الف) توحید۔

(ب) عبادت گزارانِ حق کے لیے معبد (عبادت گاہ) کی تطہیر۔

(ج) حج کا اجتماع، تاکہ اس کے گوناگوں منافع سے لوگ مستفید ہوں اور معیّن ایام میں ذکرِ الٰہی کا ولولہ تازہ ہو۔

(د) جو لوگ اس موقع پر جمع ہوں، جانوروں کی قربانیاں کریں اور محتاجوں کے لیے غذا کا اہتمام ہو۔

پس جس مرکزِ عبادت کا قیام اوّل دن سے ان مبادی و مقاصد کے لیے ہوا ہے، کیوں کر جائز ہو سکتا ہے کہ قریش مکہ اس کے مالک بن بیٹھیں اور جنھیں چاہیں، وہاں آنے دیں، جنھیں چاہیں روک دیں۔

ضمناً یہ بات بھی واضح کر دی کہ قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ (سورت الحج کی) آیات 28 اور 36 میں فرمایا تھا کہ اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ یعنی مقصود اس سے جانوروں کا صرف خون بہانا ہی نہیں ہے، جیسا کہ (عام طور پر) لوگ سمجھتے تھے، بلکہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے لیے غذا کا سامان ہو۔ پھر آیت 37 میں صاف صاف کہہ دیا کہ اصل عبادت تمھارے دلوں کا تقویٰ ہے، نہ کہ قربانی کا گوشت اور خون۔

بت پرست اقوام میں قربانی کی رسم اس طرح چلی تھی کہ انھوں نے خیال کیا کہ انسانوں کی طرح دیوتاؤں کو بھی چڑھاووں کی ضرورت ہے اور جانوروں کا خون بہانا ان کا غضب و قہر ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: نہ تو خدا تک گوشت کا چڑھاوا پہنچ سکتا ہے، نہ وہ خون بہانے کا شائق ہے۔ اصل شئے جو اس کے حضور مقبول ہو سکتی ہے، دل کی نیکی ہے۔ (ترجمان القرآن۔ ص: 820 تا 823)

درسِ حدیث

تشریح: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

انسانی اعمال اور کردار کی اہمیت

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ یقول: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم: ”یتبع المیّت ثلاثۃ، فیرجع إثنان، و یبقیٰ واحد. یتبعہ أھلہٗ، و مالہٗ، و عملہٗ، فیرجع أھلہٗ، و مالہٗ، و یبقیٰ عملہٗ.“ (رواہُ مُسلِم)

(اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ پھر دو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل (قبرستان تک) جاتے ہیں۔ پھر گھر والے اور مال تو واپس لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عموماً انسان اپنی عزت و وقار کا باعث اپنے خاندان کو سمجھتا ہے اور یہی سبب ہے کہ انسان کو اپنی اولاد اور خاندان پر فخر ہوتا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے خاندانی اور نسلی گروہ کے بل بوتے پر اپنے آپ کو قانونِ فطرت سے بالاتر بھی سمجھنے لگتا ہے اور یوں اس کا رویہ اور عمل دیگر نسلی گروہوں کے ساتھ سرپھٹول کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ ماضی قریب میں ہٹلر کا کردار اس کی ایک واضح مثال ہے۔ علاوہ ازیں انسان اپنے آپ کو مال اور سرمائے کی بدولت بھی طاقت ور سمجھنے لگتا ہے اور فاسد معاشروں میں ایسے افراد کو اہمیت بھی حاصل ہوتی ہے، جو وسائل پر قابض ہوتے ہیں، جب کہ وسائل سے محروم افراد کو چنداں اہمیت حاصل نہیں ہوتی۔ گویا دنیا کے اندر جب خالص مادی حوالوں سے انسان کو جانچا جاتا ہے تو انھی دو اسباب کی وجہ سے اسے معزز تصور کیا جاتا ہے اور کوتاہ بین شخص بھی خاندانی و نسلی یا مالی برتری کے سبب اپنے آپ کو معاشرے کا ناخدا سمجھتا ہے۔

لیکن جب انسان موت کے سفر سے گزر کر اس دنیا سے آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے ہمراہ تین چیزیں ہوتی ہیں: ایک وہ خاندان، جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دنیا میں بالاتر تصور کرتا تھا۔ دوسرا وہ مال و دولت، جس کی وجہ سے وہ معزز خیال کیا جاتا تھا۔ اور تیسرا وہ عمل جو اس نے اس دنیا میں انجام دیا اور وہ کردار جو اس نے ادا کیا، لیکن خاندان کے افراد اسے قبر کے حوالے کر کے واپس آجاتے ہیں۔ اسی طرح مال و دولت ورثا میں تقسیم ہو کر اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور یوں ضرورت کے وقت یہی دو چیزیں دغا دے جاتی ہیں۔ حال آں کہ عاقبت نااندیش انسان کی زندگی اپنے خاندان کا حلقہ اثر بڑھانے اور دولت ثروت اکٹھی کرتے گزرتی ہے، جب کہ اس کے ساتھ رہنے والا اس کا اپنا عمل اور کردار ہوتا ہے۔ اگر اس نے اس دنیا میں ایسے اعمال انجام دیے جن سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور انسانیت کی خدمت ہو تو یہ عمل اس کو اگلے جہاں میں سہارا دے گا۔ اور اس کو وہاں کی مشکلات میں سرخرو کرے گا اور اگر اس کا کردار اس نوعیت کا ہو، اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عوام الناس کے انفرادی و اجتماعی حقوق پامال ہوئے ہوں تو یہ عمل اس کو اس کے منطقی انجام تک لے جائے گا۔ (زہد: مفہوم اور تقاضے۔ ص: 22)

www.rahimia.org

اداریہ

آخر غلامی کی زنجیریں کب ٹوٹیں گی؟

14؍اگست 2015ء کو ملکِ عزیز میں 68واں ''یومِ آزادی'' ہلالی پرچموں کے سائے تلے تمام بڑے شہروں کی بلند و بالا سرکاری عمارتوں کو بجلی کے قمقموں سے سجا کر منایا گیا۔ سرکاری سطح پر یومِ آزادی کی تقریبات میں دانشور 1947ء کے واقعے کو عنوان بنا کر اس ملک کے ماضی کو تاب ناک بیان کرتے رہے اور مستقبل کے حوالے سے پھر لوگوں کو جاگتے ہوئے سہانے خواب دکھاتے رہے۔ ہمارے ملکِ عزیز میں گزشتہ 68 سالوں سے یہ روایت قائم ہے کہ ہمارے دانشوروں کو سبز ہلالی پرچم کے زیرِ سایہ ہر طرف اندھے کی ہریالی ہی نظر آتی ہے۔ اس لیے وہ تصویر کے دونوں رُخ دکھانے کی بجائے صرف ایک رُخ دکھا کر قوم کے حقیقی مسائل سے چشم پوشی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لیکن اس بار سوشل میڈیا کی سکرین پر وہ سب کچھ نشر ہوتا رہا، جسے ہماری مقتدرہ نے گزشتہ اڑسٹھ سالوں سے قومی میڈیا اور نصابی کتابوں کا حصہ نہ بننے دیا۔ پہلے لوگ ان معلومات کو نجی مجلسوں اور انفرادی رابطوں میں ہی زیرِ بحث لاتے تھے، لیکن اب یہ حقیقت سوشل میڈیا کی بدولت پوری قوم کے سامنے آچکی ہے۔

مثلاً پہلی چیز جو سوشل میڈیا پر گردش کرتی رہی، وہ بانیٔ پاکستان کا وہ حلف نامہ ہے، جو انھوں نے گورنر جنرل کا حلف اٹھاتے وقت لیا تھا۔ جس کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے: ''میں محمد علی جناح قانون کے مطابق قائم ہونے والے پاکستان دستورِ حکومت سے سچی عقیدت اور وفاداری کا عہدِ مصمم کرتا ہوں کہ میں پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ''شہنشاہِ معظم جارج ششم'' (شہنشاہِ برطانیہ) اور ان کے ولی عہدوں اور جانشینوں کا وفادار رہوں گا۔'' (روزنامہ پاکستان لاہور۔ 13؍اگست 1993ء) دوسری چیز یہ زیرِ بحث رہی کہ پاکستان کا یومِ آزادی 14؍اگست ہے یا 15؍اگست؟ اس سلسلے میں جولائی 1948ء کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے جاری کیے گئے یادگاری ٹکٹ کی تصویریں بھی پوسٹ کی گئیں، جس میں حکومت کی طرف سے یومِ آزادی 15؍اگست کو قرار دیا گیا تھا۔ اور اسی ضمن میں 27؍رمضان المبارک کا ذکر بھی آیا کہ تقویم تاریخی کے مطابق 14؍اگست 1947ء اور 27؍رمضان المبارک اکٹھے نہیں آتے۔ تیسری چیز پاکستان کی نااہل قیادتوں کے سبب آزادی پسند، باشعور قیادت کی طرف سے اس خطے سے متعلق چند اہم پیشین گوئیاں بھی زیرِ گردش رہیں اور لوگ اپنے اپنے شعور اور علمی و فکری سطح کے مطابق اس پر تبصرے (comments) بھی کرتے رہے۔ اس طرح تحریکِ آزادی میں مختلف سیاسی جماعتوں کا کردار، قربانیوں اور سامراج کی وفاداریوں کے حوالے سے زیرِ بحث رہا۔ چوتھی چیز قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے وزیرِ قانون جوگندر ناتھ منڈل (ہندو)، وزیرِ خارجہ سر ظفر اللہ خان (قادیانی)، چیف جسٹس کارنیلیئس (عیسائی) کا تذکرہ بھی ''اسلامی ریاست'' اور ''سیکولر ریاست'' کے تناظر میں خوب رہا۔ اس کے علاوہ تحریکِ آزادی کے حقیقی کرداروں کو گزشتہ اڑسٹھ سالوں سے الیکٹرونک میڈیا، اخبارات اور نصابی کتابوں میں نظر انداز کرنے پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور پاکستان کی موجودہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی زبوں حالی کے تناظر میں عوام حکومت اور قیادت سے سوال کرتے رہے کہ آخر غلامی کی یہ زنجیریں کب ٹوٹیں گی؟ جس کا سہانا خواب انھیں مسلم لیگ نے 68 سال پہلے دکھایا تھا۔ بعض منچلے طنزیہ انداز میں یومِ آزادی کی مبارک باد اس طرح دیتے رہے:

''امریکا کے غلاموں کو برطانیہ سے آزادی مبارک ہو!''

بیادِ شیخ — مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

ہمارے مربی و محسن

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

حضرت اقدس رائے پوریؒ سے ابتدائی تعارف کچھ یوں ہوا کہ 75-1974ء میں دینی تعلیم کے دوران ہم حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علویؒ کے رفیق اور اپنے استاذِ مکرم مولانا خدا بخش میلسوی ثم ملتانی مدظلہٗ سے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رابعؒ کا تذکرہ ''شیخ الہند ثانی'' کے لقب سے سنتے تھے۔ اسی دوران چشتیاں میں متعلقین سلسلۂ رائے پور رانا محمد عباس و حضرت علویؒ کے ہاں دو تین مرتبہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری ثالثؒ اور ان کے باسعادت صاحبزادے حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی دو تین بار زیارت ہوئی۔ اسی زمانے میں ایک مرتبہ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ مرکزی جامع مسجد چشتیاں میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے آئے۔ اور پھر والد صاحب مرحوم کی دعوت پر جامع مسجد سے متصل جامعہ اشاعت العلوم میں تشریف لائے۔ پانی پیا اور دعا فرمائی۔ بندہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

1979ء میں مشکوٰۃ شریف سے فراغت کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے فیصل آباد کے قیامِ رمضان 1399ھ میں 29ویں شب کو ختمِ قرآن اور دعا کے بعد دو تین ساتھیوں کے ہمراہ بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اگلے روز صبح کو محترم سید مطلوب علی زیدی اور حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے فرمایا: ''ہم انھیں اپنے بزرگوں کا نظریہ بھی سمجھائیں گے۔''

1980ء میں دورۂ حدیث شریف کے لیے جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخل ہوا تو وہاں حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا اکثر آنا جانا تھا۔ جامعہ کے مہمان خانے میں حضرتؒ کا قیام رہتا تھا۔ اس دوران حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ سے چند ایک بار ملاقات ہوئی۔ عقیدت سے سلام لیا، مگر سبق کی وجہ سے حضرت سے تفصیلی ملاقات نہ ہو سکی۔

جامعہ میں تخصص فی الفقہ الاسلامی سے فراغت کے بعد شعبان و رمضان 1403ھ / جون 1983ء کی تعطیلات میں سرگودھا میں حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی صحبت میں وقت گزرا۔ حضرتؒ کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لیے وقت لگانے گئے تو اساتذہ کی ہدایت کے مطابق شروع شروع میں بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے پاس بیٹھتے۔ آپؒ کے پاس عصر کے بعد ملاقات کے لیے، یا ذکر کے دوران صحبت کا ٹائم نکلتا۔ نقشبندی طریقے کے مطابق مجلس میں خاموشی چھائی رہتی۔ قادری طریقے کے مطابق ذکر بلند آواز سے ہوتا۔ اس دوران بڑے حضرت نے ہمیں فرمایا کہ:

''مولانا سعید احمد صاحب کے پاس بیٹھا کرو اور ان سے ذکر کا طریقہ سیکھ لو!''

(بقیہ ص: 7 پر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 6/اکتوبر 2014ء/10/ذی الحج 1435ھ بروز سوموار (عیدالاضحیٰ) کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نمازِ عیدالاضحیٰ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیات:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (119:9) اور

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (37:22)

کے تناظر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے۔

عیدالاضحیٰ؛ ایک عظیم الشان سنت

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

''معزز دوستو! یہ عیدالاضحیٰ کا مبارک دن ہے۔ یہ عید حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وہ عظیم الشان سنت ہے، جو انھوں نے امامِ انسانیت کے طور پر انسانی زندگی کی فلاح و بہبود کے لیے قائم کی تھی۔ انھوں نے انسانی آزادی و حریت کے لیے، جو عظیم جدوجہد اور کوشش کی تھی، اس کی یادگار ہے۔ ہمارے دینِ اسلام کا اصل آغاز حضرت ابراہیمؑ سے ہوا، جو دراصل امامِ انسانیت ہیں۔ انسانیت کی ترقی کی معراج یہ ہے کہ وہ خدا پرستی اور انسان دوستی کے اعلیٰ معیارات قائم کرے۔ مکۃ المکرّمہ کا قیام، جہاں بیت اللہ الحرام بنایا گیا، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی جدوجہد کا عظیم ثمرہ ہے۔

انسانی زندگی کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ نفسِ انسانی میں اللہ کے تعلق سے انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے اندر قربانی کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ یہ سنتِ ابراہیمی دراصل عیدِ قربان کی شکل میں ہر سال ہمارے دلوں کی بھڑکتی ہوئی خواہشات کو ختم کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ اس قربانی کے نتیجے میں دل، دماغ اور نفس تینوں کی بے اعتدالیوں کا خاتمہ کر کے ایک معتدل انسان کی تشکیل کرنا مقصود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا علیہم السلام نے اس عظیم عمل کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ اس لیے حضورؐ نے آج کا دن بطورِ عید قیامت تک پوری اُمتِ محمدیہ کے لیے لازمی قرار دے دیا۔

ہمیں ہر سال اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ ہم اپنے دل کے امراض کا علاج کریں۔ اپنے دماغ کے مکر و فریب اور عقل کی گمراہیوں سے نجات حاصل کریں۔ اپنے نفس کی خواہشات کو کنٹرول کریں اور ان تینوں چیزوں کو کنٹرول کرنے میں جہاں روزانہ پانچ وقت کی نماز ایک اہم ترین کردار ادا کرتی ہے، ایک سال کے بعد روزہ یہی نتیجہ پیدا کرتا ہے، اسی طرح ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر دلی جذبے سے قربانی کرنا ہمارے نفسوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے میں بڑا بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔''

قربانی ایک رسم نہیں، بلکہ دلوں کا علاج ہے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''یہ قربانی ایک رسم نہیں ہے، بلکہ دلوں کے علاج اور معالجے کا ایک عمل ہے۔ اس لیے کہا گیا کہ اللہ کو تمھارا گوشت اور تمھارے اجسام کے ظاہری اعمال مطلوب نہیں، اصل مطلوب تمھارے دلوں کا تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ سے مراد دلوں کا ادب ہے۔ گویا کہ ہم اپنے دلوں کو اللہ کے احکامات کی اتباع میں قربانی کی زنجیر سے باندھ کر اللہ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ گویا کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرتے ہوئے دل میں چھپی ہوئی تمام خواہشات، سرمایہ پرستی کے تمام امراض، تکبر اور غرور اور انسانوں کو حقیر سمجھنے کے تمام بُرے اَخلاق پر چھری پھیرنا ہے۔ اس ذبح سے مقصد اپنی خواہشات کو قربان کرنا ہے، اپنی لذتوں کو ختم کرنا ہے۔ ایسی تمناؤں، آرزوؤں کو، جو انسانیت دشمنی پر مبنی ہیں، راستے سے ہٹانا ہے۔ اور اُن ارادوں، عزائم اور اعلیٰ اَخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے، جس کے ذریعے سے ہمارے دل و دماغ میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ درست جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ جیسے جانور کا خون بہانے کے نتیجے میں اس کا گوشت پاکیزہ ہو جاتا ہے، اس کے تمام مضر اثرات ذبح کے ذریعے سے خون کے راستے نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم دل کی خواہشات پر چھری پھیرتے ہیں۔ دماغ کی بے شعوریوں کی جڑوں کو کاٹ کر پھینکنا ہوتا ہے۔ نفس کی ایسی تمنائیں اور آرزوئیں، جو دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتی ہیں، انھیں بھی ذبح کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح اپنے آپ کو پاکیزہ بنانا ہے۔

تزکیے کا پورا فائدہ تبھی ہوتا ہے کہ جب ہم اس کے نتیجے میں بداَخلاقی کے ماحول سے نکل کر اعلیٰ اَخلاق کا ماحول قائم کریں۔ اور یہ انفرادی طور پر ہی نہیں، بلکہ اس کا اگلا مرحلہ فرد کی ذات سے بڑھ کر اجتماعی قربانی یا اجتماعی عمل کے ذریعے سے پورے معاشرے کی تہذیب ہے۔ اصل میں تو معاشرے کو درست کرنا، اجتماعیت کو درست کرنا، اپنی سوسائٹی میں تبدیلی لانا' یہ اہم مرحلہ ہے۔ امامِ انسانیت حضرت ابراہیمؑ کی یہ سنت دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے سلامتی اور فلاح و بہبود کا پیغام ہے کہ وہ اپنی اجتماعی زندگی کی جو خرابیاں ہیں، انھیں دور کرنے کی فکر کرے۔ آج دیکھنا یہ ہے کہ یہ قربانی، جو اعلیٰ ترین مقصد کے لیے تھی، واقعی ہمارے دل و دماغ اور نفس کی حالت کو بدل رہی ہے؟ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت، صحابہؓ، تابعینؒ، اولیاء اللہؒ کی یہ سنت تو اعلیٰ مقاصد کے لیے تھی۔

یہ شعور پیدا کرنا آج کی مسلم دنیا کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ بے شعوری کی بنیاد پر عبادات کی جائیں تو دنیا اور آخرت میں کامیابی ممکن نہیں۔ تمام بداَخلاقیوں سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کہنا ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اور اگر اس کلمے کو کہنے کے باوجود سرمایہ پرستی کے اس نظام کے ساتھ تعلق رکھا اور اسی کی آلہ کاری کا کردار ادا کرنے کا عمل جاری رہا تو یہ دنیا کی تباہی اور بربادی بھی ہے اور آخرت کی تباہی اور بربادی بھی ہے۔''

www.rahimia.org

سرمایہ پرستی کے ماحول کے بُرے اثرات

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''آج جو سب سے بڑی کمزوری ہمارے معاشرے میں پائی جارہی ہے، وہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایسی قوتوں کا عمل دخل ہے، جو قلب کے اندر سرمایہ پرستی کی آگ کو بھڑکاتی ہیں، جو ہمارے ذہن اور دماغ کے اندر بے شعوری پھیلاتی ہیں، جس کے نتیجے میں ہمارا نفس خواہشات کے اندر جتا ہوا ہے۔ اس دور کا عظیم المیہ ہے کہ عبادات کے مراکز انسانی قلوب میں تطہیر کا کردار ادا کرنے کے بجائے عالمی سرمایہ داری نظام کے مرکنٹائل اِزم کو فروغ دینے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ وہ حاجی جو یہاں رہتے ہوئے کبھی ایسی پُرتعیش خواہشات اور تمناؤں میں مبتلا نہیں ہوتا، وہ جب عرب ممالک میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قائم کردہ شاپنگ مالز میں گھوم کر واپس آتا ہے تو دنیا بھر کی تعیّشات، عالمی سرمایہ داری نظام کے فروغ کے لیے خواہشات کو پورا کرنے کی جتنی بھی چیزیں ہیں، زیورات، کپڑے، اعلیٰ عطریات کی محبت ساتھ لے کر آتا ہے۔ یہ چیزیں اس کے اندر سرمایہ پرستی کی چمک پیدا کر دیتی ہیں۔ بجائے یہ کہ وہ اپنے اندر خواہشات کو کنٹرول کرنے کا جذبہ، صبر وضبط پیدا کرنے، سادگی اپنانے، انسانی حقوق کو ادا کرنے کا ماحول پیدا کرے، وہ تعیش پسندی، سرمایہ پرستی، زیادہ سے زیادہ آسائشاتِ زندگی کو جمع کرنے کے ماحول سے متاثر ہو کر آتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑے مقدس مقامات پر مشتمل عرب ممالک آج اُن عالمی سامراجی قوتوں کے زیر اثر ہیں۔ جو ستمبر 1932ء سے لے کر اب تک کے ان چوراسی سالوں میں پورے دنیائے اسلام میں دہشت گردی اور بدامنی کو فروغ دینے کی ذمہ دار ہیں۔ دنیا بھر میں ساری بدبختیاں اور ساری دہشت گردیاں اسی کے ذریعے سے فروغ پذیر ہو رہی ہیں۔ عرب ممالک پر مسلط بین الاقوامی گماشتے سرمایہ پرستی کے فروغ کا ذریعہ بنے ہوئے ہوں۔ انسانیت دشمنی کے فروغ کے لیے کردار ادا کر رہے ہوں۔ افریقا میں لیبیا کو تباہ کرنا ہو، ایشیا میں عراق اور افغانستان کو تباہ کرنا ہو، اسی کے ذریعے سے دنیا کی سامراجی طاغوتی قوتیں کردار ادا کرتی ہیں۔ آج مذہبی دہشت گردی پھیلانے والی جماعتیں اسی عالمی طاغوتی قوت کی ایجنٹ بن کر کردار ادا کر رہی ہیں۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ عبادات جو دراصل اَخلاق درست کرنے کے لیے ہیں، ان عبادات کے ذریعے سے اَخلاق کی درستگی کے بجائے بداَخلاقی کا ماحول فروغ پذیر ہو رہا ہو؟ مذہب کے لبادے میں سرمائے کا دیوتا انسانیت کے اوپر مسلط ہو رہا ہو۔ اس کی پھیلائی ہوئی آرزوئیں، اس کا مسلط کردہ سماجی حقوق کو دبانے کا فکر اور صرف ذاتی اور انفرادی خواہشات کو پورا کرنے کا عمل ہمارے دل ودماغ میں اُنڈیلا جاتا ہے۔ عبادات ہیں تو وہ بھی رسمی بن کر سرمایہ پرستی کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ وہ بھی انسانیت کے لیے اعلیٰ اَخلاق کا ذریعہ نہیں بنتیں۔ اس سے بڑی تباہی اور بربادی کی بات کیا ہوگی۔''

اسلامی نظام کی خصوصیات ہمارے اندر نہیں رہیں

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''بظاہر ہم مذہب کے پرچارک ہیں۔ اسلامی حکومتیں ہیں، لیکن سلامتی اور امن اور انسانیت کی ترقی اور فلاح وبہبود، ان کے پیش نظر نہیں ہے۔ یہی نتیجہ ہے کہ ہمارے مجموعی اعمال، معاشی سرگرمیاں سرمایہ داری نظام کے لیے آلہ کاری کے طور پر کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام کی وہ خصوصیات جو انسانوں کے حقوق ادا کرنے سے متعلق تھیں، وہ سوسائٹی میں نہیں ہیں۔ یہی معاملہ ہمارے سیاسی نظام کا ہے۔ کہ اسلام کی وہ سیاست جو قرنِ اوّل میں دنیا میں امن کے فروغ کا باعث بنی تھی، اسلام کی وہ اعلیٰ تعلیمات، جو سلامتی، انسانی حقوق ادا کرنے، جواب دہی اور ذمہ داری کو قبول کرنے سے متعلق تھیں، آج وہ سیاست، بازی گروں کا تماشا بن چکی ہے۔ دنیا کے ستاون مسلمان حکمران، دنیا کے وہ تماش گر ہیں، جنھوں نے پوری مسلم سوسائٹی کو ایک تماشا بنایا ہوا ہے۔ وہ ذاتی اور گروہی مفادات اور طبقاتی مفادات کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ غیر مسلم تو کفایت شعاری کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے اجلاسوں میں شرکت کریں۔ اور ماشاء اللہ ہمارے حکمران سرمایہ پرستی کی اعلیٰ عیاشیاں، تعیش وتفریح اختیار کرتے ہوئے مقروض معیشت کے ہوتے ہوئے آٹھ آٹھ ہزار ڈالر کے کمروں کے اندر ایک رات کا قیام کرتے ہیں، جیسا کہ حالیہ اقوامِ متحدہ کے اجلاس کے موقع پر ہوا۔ ہم اٹھارہ، بیس کروڑ لوگ، بلکہ دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمان ایسے سیاسی نظام کو قبول کیے ہوئے ہیں، جس میں حاجی بھی ہیں، نمازی بھی ہیں، روزے دار بھی ہیں، عبادت گزار بھی ہیں، تسبیحات گھمانے والے بھی ہیں اور مذہب کے نمائندے بھی ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ ایسی ظلم اور بداَخلاقی کی سیاست کو، بدامنی اور دہشت گردی کی سیاست کو، طبقاتی نظام قائم کرنے والی سیاست کو بھی قبول کیے ہوئے ہیں۔

ایک دور میں مسلمان فرد کی عبادات اس کے اندر جرأت اور ہمت پیدا کرتی تھیں، کہ وہ امن کا علم بردار بنتا تھا، بدامنی اور طبقاتی نظام کے خاتمے کے لیے کردار ادا کرتا تھا۔ عبادات اس کے اندر وہ معاشی جذبہ بیدار کرتی ہیں، جس کے ذریعے سے وہ غریب یتیم مسکین اور سوسائٹی کے پسے ہوئے طبقات کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کو بلند کرنے کے لیے کردار ادا کرتا تھا۔ لیکن آج معاملہ اُلٹا ہے کہ اب عبادات ایسے اعلیٰ اَخلاق پیدا نہیں کر رہیں۔ رسمی قربانی، عبادات اور حج کے ذریعے سے نمود ونمائش ہمارے دل ودماغ کے اندر سرایت کر گئی۔ صرف نمود ونمائش تک بات محدود رہتی تو شاید کسی درجے میں کہا جاسکتا تھا کہ انفرادی مرض ہے، جس کو کسی زمانے میں ہمارے بزرگ 'ریاکاری' کہتے تھے، اب تو اس کی بنیاد پر سرمایہ پرستی کو فروغ دینے کا باقاعدہ ایک عالم گیر نظام سوسائٹی پر مسلط ہو گیا۔ دجل وفریب، انسانیت دشمنی، بدعملی اور قتل وغارت گری باقاعدہ سسٹمائز ہو گئے ہیں۔ مذہب کے پردے میں مذہب کے نمائندے ہی یہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت کے صحیح مغز کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔''

www.rahimia.org

مجالس ؛ افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔ جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کو شائع کر کے ہم مجلّہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس 1۔ 12 ستمبر 2014ء ۔ مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے حوالے سے اپنے تأثرات بیان کریں۔ آپ کی حضرت اقدسؒ سے پہلی ملاقات کیسے ہوئی؟

حضرت اقدس: مئی جون 1970ء کی بات ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ ہمارے والدِ گرامی حضرت راؤ عبدالرؤف خاںؒ کی دعوت پر ہمارے گھر ہارون آباد میں تشریف فرما ہوئے۔ تقریباً دو ہفتے تک حضرت اقدسؒ کا قیام ہمارے گاؤں چک نمبر 73/4-R کے وسیع مکان میں ہوا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ بھی حضرتؒ کے ہمراہ تھے۔ ان کی پہلی زیارت اسی موقع پر ہوئی۔ اس سفر کے موقع پر ہمارے خالو محترم راؤ عطاء الرحمٰن خاں بھی رائے پور سے آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی حضرتؒ کے ساتھ تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے ہم طلبا سے چھ کلمے سنے اور پھر حضرتؒ نے بہت عمدہ انداز میں یہ کلماتِ طیبات ہمیں تلقین کیے۔ حضرت اقدسؒ کی کلمات کی ادائیگی کی پُرسوز آواز آج بھی دل پر نقش ہے۔ دو ہفتے کے قیام کے بعد رخصت کے موقع پر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کا نورانی اور بارعب چہرہ آج بھی ذہن کی سکرین پر نقش ہے۔

اس کے بعد 1972ء میں اپنے ایک استاذ کے ہمراہ حضرتؒ کے رقبہ واقع موضع ڈہر عارف والا میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی خدمت میں جانے کا موقع ملا۔ ایک ہفتے تک حضرتؒ کی خدمت میں قیام رہا، جہاں حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی پُر لطف مجالس میں شرکت رہی، اگرچہ بچپن کی وجہ سے باتیں سمجھ میں نہیں آئیں، لیکن حضرتؒ کی شفقت اور محبت کا اثر دل پر خوب رہا۔ خاص طور پر دسترخوان پر دونوں حضراتِ مشائخ بچوں کے ساتھ خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔

1974ء کی بات ہے کہ ایک روز ہم جامعہ تعلیم القرآن ہارون آباد میں اساتذہ سے ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھ رہے تھے کہ اچانک حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جامعہ میں تشریف لائے۔ ان کا پُر رونق اور بارُعب چہرہ، کالی سیاہ داڑھی، جس میں چند سفید بال چمک رہے تھے۔ سینے پر جمعیت طلبائے اسلام کا ایک بڑا سا بیج آویزاں تھا، جس پر "لِلّٰہ الأمر" بڑے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ تمام اساتذہ اور طلبا حضرتؒ کے گرد جمع ہوئے۔ اساتذہ حضرتؒ سے سوالات کرتے رہے اور حضرتؒ جواب دیتے رہے۔ پتہ چلا کہ جمعیت طلبائے اسلام کے نوجوان کالج یونین کے انتخابات میں امیدوار ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے حضرتؒ تشریف لائے ہیں۔ ہمارے ایک کزن راؤ اقبال محسن ہارون آباد گورنمنٹ کالج میں کالج یونین کی صدارت کا الیکشن لڑ رہے تھے۔ حضرتؒ کالج میں طلبا سے خطاب کے بعد جامعہ تعلیم القرآن تشریف لائے تھے۔ چند گھنٹے حضرتؒ نے جامعہ میں گزارے۔ پھر چشتیاں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جمعیت طلبائے اسلام میں ہماری شمولیت ہوئی اور اس میں کام کے دوران وقتاً فوقتاً حضرت اقدسؒ سے زیارت اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

1979ء کے اواخر میں حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ ایک بار ہارون آباد میں تشریف لائے۔ رشتے میں ہمارے ایک چچا راؤ محسن علی خاں کے مکان پر حضرتؒ کا قیام تھا۔ اس زمانے میں "جہادِ افغانستان" شروع ہو چکا تھا۔ مدارس کے اساتذہ مفتی محمود صاحب کے "فتویٰ شرکتِ جہاد" کی وجہ سے اس کے گرویدہ تھے۔ وہ اسباق میں بھی طلبا کی ذہن سازی کرتے رہتے تھے۔ حضرت اقدسؒ تشریف لائے تو اساتذہ کی بتلائی ہوئی باتوں کو ہم نے حضرتؒ کے سامنے رکھا۔ اس پر علمی اور فکری حوالے سے حضرتؒ سے پہلی سنجیدہ نشست ہوئی۔ ہم نے خوب سوالات کیے اور حضرت نے بلاتکلف ہر سوال کا مفصل جواب دیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا: "افغانستان کی یہ لڑائی جہاد فی سبیل اللہ قطعاً نہیں ہے، بلکہ امریکا اور روس کی جنگ ہے۔ اس کے نتیجے میں اس خطے میں فساد واقع ہوگا۔ آج جو علما مذہبی بنیادوں پر اس میں شریک ہو رہے ہیں، کل اُن کے لیے مدارس چلانا مشکل ہو جائے گا۔ مذہب بدنام ہوگا اور دین اسلام کے غلبے کے لیے کام کرنے میں بڑی رُکاوٹیں کھڑی ہو جائیں گی۔" اس موقع پر حضرتؒ کئی روز قیام فرما رہے۔ حضرتؒ کی باتیں اساتذہ سے گوش گزار کیں تو انھوں نے کچھ نئے سوالات کر دیے۔ دوسرے روز انھی سوالات پر حضرتؒ سے دوبارہ نشست ہوئی۔ حضرتؒ نے پھر ان کے بھی تشفی بخش جوابات دیے۔ یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا۔

مارچ 1980ء میں راقم سطور نے جامع علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں داخلے کے لیے جانا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس سے مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کے نام خط لکھنے کی درخواست کی تو حضرتؒ نے حضرت مولانا شہیدؒ کے نام خط لکھ کر دیا۔ بنوری ٹاؤن میں داخلے کے بعد حضرتؒ کا اکثر وہاں آنا ہوتا تو حضرتؒ کی مجالس میں بیٹھنے اور حضرتؒ کی باتوں کو سمجھنے کا موقع ملتا رہا۔

1982ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے لنگر کسی، مری میں جب بیعت ہوئے تو حضرتؒ نے بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ: "ذکر اذکار اور سلسلے کے وظائف مولانا سعید احمد سے سیکھ لو۔" چناں چہ اسی رمضان میں حضرتؒ نے بڑی محبت اور شفقت سے رائے پوری سلسلے میں ذکر اللہ کا طریقہ سکھلایا اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے وظائف بتلائے۔ پھر ہر رمضان میں حضرتؒ کی مجالس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد حضرتؒ کی وفات تک کوئی رمضان ایسا نہیں، جس میں حضرتؒ کی صحبت نہ رہی ہو۔ (جاری ہے۔۔۔)

www.rahimia.org

بقیہ: ہمارے مربی و محسن

چناں چہ حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کے حکم سے حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی مجالس میں حاضری دی اور ذکر کا طریقہ سیکھا۔ حضرت اقدس مولاؒ نا نے پہلی مجلس میں ہماری تعلیم اور تخصّص کے بارے میں پوچھا اور اس حوالے سے ہماری کتابی معلومات پر خوب حوصلہ افزائی کی۔ پھر مشفقانہ انداز میں عملی حوالے سے چند سوالات کیے اور ان پر غور و فکر کی دعوت دی۔

حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے فرمایا: ''تم کراچی میں پڑھ کر آئے ہو، یہ بتلاؤ کہ کراچی کے با اثر طبقوں کے لوگ کس قدر اپنے بچوں کو دین سکھلانے کے لیے بھیجتے ہیں؟'' ہم نے کہا: ایک فی صد بھی نہیں بھیجتے، مگر وہ چندہ دیتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: ''تم اپنے شہر میں بتلاؤ! سکولوں کالجوں میں طلبا و طالبات کی تعداد کس قدر ہوتی ہے اور دینی مدارس میں کس قدر؟'' اسی طرح حضرتؒ نے فرمایا کہ: ''کراچی یا دیگر شہروں کے مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والوں کی زیادہ تر تعداد پس ماندہ علاقوں سے تعلق رکھتی ہے اور وہی ائمہ مساجد ہوتے ہیں۔ جب کہ امرا، حکمران اور تاجر طبقوں کی اَولادیں عیسائیوں کے مشنری سکولوں میں چلی جاتی ہیں۔ جنھوں نے ہم پر حکومت کرنی ہے، وہ تو عیسائیوں کے زیر اثر آجاتے ہیں اور ہمارے علما کمزور رہتے ہیں۔'' حضرتؒ نے یہ سوال بھی کیا کہ: ''علما جدید طبقے سے مرعوب کیوں ہیں؟ ایک عالم اور مفتی موجودہ دور میں سیاسی، معاشی اور سماجی حوالے سے ان کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دے سکتا؟'' وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے ان تمام سوالات سے جان چھڑانے کے لیے عام علما کے عمومی مذہبی رویے کا سہارا لیتے ہوئے کہا: ''قیامت کا قرب ہے۔ ہمارے اساتذہ نے کہا تھا کہ جو حالات ہیں، اس میں جتنا اسلام پر عمل ہو سکے، اتنا غنیمت ہے۔ حالات کا مقابلہ تو حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام آ کر کریں گے۔'' حضرت اقدسؒ نے اس پر بڑے نرم انداز سے سوالات شروع کر دیے کہ: ''اس کا مطلب یہ ہوا جب تک وہ حضراتؑ نہ آئیں تو ہم دین کے غلبے کے لیے کوشش نہ کریں؟ حال آں کہ ہمیں تو کوشش کرنی چاہیے کہ دین کا غلبہ قائم ہو۔ ہمیں اس حوالے سے حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت ہے۔''

اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے ہمیں نظامِ حکومت کے بُرے اثرات سے آگاہ کیا اور اس کے نتائجِ بد بتلائے اور وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کی نشان دہی کی کہ مایوسی اور مرعوبیت اسلام میں نہیں ہے، بلکہ اسے ختم کر کے جرأت اور ہمت کے ساتھ دین کے غلبے کے لیے کام کرنا ضروری ہے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت مدنیؒ، حضرت سندھیؒ اور حضرت رائے پوریؒ تک علما نے زوال کے زمانے میں مایوسی اور مرعوبیت قریب نہیں پھٹکنے دی اور غلبہ دین کے لیے قربانیاں دیں۔ اس طرح حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی مجالس میں بیٹھنے اور ان کی صحبت سے دن بدن دینی حوالے سے شعور کی آنکھ کھلنی شروع ہوئی۔ اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ تک اکابر کا طریقۂ فکر و عمل واضح ہوا۔ اس طرح ولی اللّٰہی فکر کی اہمیت سامنے آئی۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ کی صحبت سے ہمیں یقین ہو گیا کہ گزشتہ کی طرح دین اسلام آج بھی دین فطرت ہے۔ دین ہمیشہ غالب رہنے کے لیے آیا ہے، دین فیل نہیں ہوتا، بلکہ مذہبی طبقہ غلط حکمتِ عملی کی وجہ سے ناکام ہوتا ہے۔ دین تو مظلوم انسانیت کے حقوق بحال کرانے کا طریقۂ کار واضح کرتا ہے۔ اسلام کی لڑائی نظامِ ظلم سے ہے، خواہ یہ ظلم مسلمان ہی کیوں نہ کرے۔ اسلام ظالم کے خلاف، مظلوم کا مددگار اور خیر خواہ ہے۔ اسلام دنیا میں سیاسی، معاشی، سماجی عدل اور امن کا علم بردار بن کر آیا ہے۔ اس تناظر میں آج کے دور میں سامراج کے آلہ کار ظالم حکمرانوں کے خلاف عوام میں سماجی شعور بیدار کرنا اور اسلام اور قرآن کی انقلابی تعلیمات کو اکابر کے تسلسل کی روشنی میں فروغ دینا مدارس کا اصل فریضہ ہونا چاہیے۔ حضرت اقدسؒ کا نوجوانوں میں یہ نظریہ اور شعور بیدار کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں پر حضرت اقدسؒ کا یہ عظیم احسان ہے کہ انھوں نے 90 سالہ زندگی اس مشن میں کھپا دی، جس مشن کو انبیائے کرامؑ، بالخصوص نبی اکرمؐ اور خلفائے راشدینؓ نے پورا کر کے دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کیا تھا۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی نے ہزارۂ دوم میں دینی نشأۃ ثانیہ کے جس کام کی اساس رکھی، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جس پر تعمیر کی، حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس کام کی تزئین و آرائش کی۔ ان حضراتؒ کے جانشین خلفائے کرام حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ، حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری قدس اللہ اسرارہم نے دین اسلام کو نہایت عقل مندی اور حکمت کے ساتھ ہند و پاک کے با اثر طبقوں کے اذہان میں اس انداز سے آگے بڑھایا کہ وہ دوبارہ اسلام کو دین فطرت اور دین انسانیت سمجھنے لگے۔

26 ستمبر 2012ء کو حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُمتِ مسلمہ آپؒ کا یہ احسان کبھی بھول نہیں پائے گی۔ آپؒ نے زوال کے اس دجالی دور میں اسلام کی حقیقی ترجمانی کا سلسلہ ٹوٹنے نہیں دیا۔ آج آپؒ کے برحق جانشین حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ آپؒ کے چھوڑے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں رات دن کوشاں ہیں۔ ولی اللّٰہی فکر و عمل کی تحقیق و اشاعت اور اس پر علما اور دانشوروں کی مسلسل روحانی و اَخلاقی تربیت اور نوجوانوں میں تحریک کی بیداری آپؒ کا رات دن اوڑھنا بچھونا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت ہم پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آپ کی زیر سرپرستی غلبہ دین کا مشن پوری جامعیت کے ساتھ غالب کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

محمد عباس شاد، لاہور

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
عہدِ حاضر کی عبقری اور تجدیدی شخصیت

1

(مؤرخہ 22/ مارچ 2015ء بروز اتوار کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس میں مدیر ماہنامہ ''رحیمیہ'' لاہور نے درج ذیل خیالات کا اظہار کیا۔)

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس زمانے کی ایک جینئس اور تجدیدی شخصیت اور داعی کے تذکرے کے حوالے سے جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ ہم ان کے نظریے، کام کے طریقۂ کار اور مشکلات سے واقف ہوسکیں کہ نظریے کے فروغ میں وہ کون سی مشکلات تھیں، جو حضرتؒ نے اپنے سینے پر جھیلیں۔ کتنے درد تھے، جن کو اپنی جھولی میں سمیٹ کر وہ اپنے ساتھ لے گئے اور ہمارے لیے راستہ صاف کر گئے۔ آج وہ بات جو ہمیں اور آپ کرتے ہیں اور لوگ ہمیں داد دیتے ہیں کہ کتنی عمدہ بات کہی ہے، لیکن ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب لوگ وہ بات سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس بات پر داد و تحسین کی بجائے فتوے لگتے تھے۔ زمین کا گھیرا تنگ ہوجاتا تھا۔ یہ ساری مشکلات حضرتؒ نے جھیلیں۔ حضرتؒ ان دردوں، مصیبتوں کو اپنی جھولی میں سمیٹ کر ان میں سے مسکراہٹوں، خوشیوں کو چن کر آپ نوجوانوں کی جھولی میں ڈال گئے۔ اُن کی زندگی ایک ایسی کھلی کتاب کی مانند ہے جس کے اوراق اتنے متنوع اور گوناگوں ہیں کہ ہم ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ حضرت اقدسؒ کی شخصیت کے چند منفرد پہلو ہیں، جن پر ہماری نظر ہونا بہت ضروری ہے۔ اُن پہلوؤں کو زیرِ بحث لائے بغیر اُن کی عبقریت (geniusness)، دعوتی اسلوب، جدوجہد اور کوششوں کے نتائج سے واقف ہونا بہت مشکل ہے۔

سب سے پہلے تو حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا وہ منفرد پہلو ہے، جس کی سب عبقری اور منفرد شخصیات حامل ہوتی ہیں۔ وہ یہ کہ ایسی شخصیات سوسائٹی اور معاشرے میں نئے رجحانات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ وہ لوگوں کو ایک نئے زاویے سے اپنے گردوپیش، معاشرے، اقدار اور مروّجہ نظام کو دیکھنے اور پرکھنے کی صلاحیت اور اپروچ دیتی ہیں۔ چوں کہ انسانوں کا یہ ایک کامن وصف ہے کہ وہ جس معاشرے، خاندان، اجتماعی ماحول اور نظام میں پیدا ہوتے ہیں، وہ اس معاشرے اور سوسائٹی کو اسی کی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ وہ اس معاشرے کے فکر و خیال، سماجی نظریات، سوچ و فکر اور نظام کے جو طے شدہ پیمانے ہوتے ہیں، اسی کے چوکھٹے کے اندر رہ کر سوچتے ہیں اور کوئی نئی بات جو اُن کی ڈگر کو تبدیل کردے، وہ اس کو اپنے حق میں سوہانِ روح سمجھ کر اس نئی آواز کے دشمن بن جاتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ کسی بھی عہد، ملک، معاشرے اور تہذیب کا انسان ہو، وہ اس رِیت اور روایت کا شکار رہا ہے، لیکن تاریخ اور زمانے کی گود ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی، جو آکر طے شدہ چوکھٹوں کو توڑ دیتے ہیں اور روایتی اندازِ فکر کی جو ایک خاص نہج مروّج ہوکر لوگوں کے دل و دماغ میں پیوست ہوچکی ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے باہر نکلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ ایسے جینئس افراد ہوتے ہیں، جو لگے بندھے کسی بھی سوسائٹی کے چوکھٹوں میں سوچنے کے عادی نہیں ہوتے، بلکہ وہ اُن چوکھٹوں اور دائروں کو بریک کردیتے ہیں۔ وہ ایک نئی سوچ اور نیا فکر لے کر آتے ہیں اور اُن طے شدہ دائروں میں جینے اور سوچنے سے انکار کردیتے ہیں، بلکہ لوگوں کو بھی اس لگے بندھے پیٹرن سے ہٹ کر جو سچائی، روشنی اور ویژن موجود ہوتا ہے، اس کی طرف متوجہ کرکے ایک نئی سوچ اور نظامِ فکر کے ساتھ جینا سکھاتے ہیں۔ ان کا ہاتھ زمانے کی نبض پر ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ زمانہ اور اس کے تقاضے بدل رہے ہیں۔ وقت کا دھارا کسی اور سمت بہنے کو تیار ہے۔ زمانہ آگے چلا گیا ہے، آپ پیچھے کھڑے ہوئے ہیں۔ زمانے کی قدریں کروٹ لے رہی ہیں، آپ کروٹ لینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ زندگی زمانے کے ساتھ چلتی ہے۔ زندگی، زمانے اور وقت میں ایک گہرا رشتہ ہے۔ زندگی ہمیشہ اپنے عہد کے مظاہر کا سہارا لیتی ہے۔ ان سے تمھاری غفلت ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ایسے لوگ تاریخ میں کبھی کبھی آتے اور تھوڑی تعداد میں آتے ہیں، لیکن آتے رہتے ہیں۔

ہمیں حضرت اقدسؒ کے کام کو اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھنا ہوگا کہ وہ عام روایت پسند انسان نہیں تھے۔ وہ لگے بندھے چوکھٹوں کے تحت سوچنے والے بھی نہ تھے۔ زمانے کو انھوں نے روایتی معاشرے کی عینک سے نہیں دیکھا، بلکہ فکر و شعور کی اس معراج پر پہنچ کر اس سوسائٹی کا جائزہ لیا اور پاکستانی قوم کو اس ملک کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں، سیاست دانوں کے منفی طرزِ سیاست اور مذہبی طبقوں کی آلۂ کاری اور مجرمانہ غفلت کے باعث آنے والے خوف ناک حالات سے آگاہ کیا۔ اس حوالے سے سب سے پہلی بات جو ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ اس خطے کی جو فکری اور نظریاتی روایت تھی اس کو خاص سامراجی مقاصد کے تحت بدلا گیا۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ جب رائے پور سے یہاں تشریف لائے تو انھوں نے مشاہدہ کیا کہ یہاں جو نظریہ اور سوچ موجود تھی اور فکر و خیال کے جو پیمانے بنا لیے گئے تھے، ان کو نصاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جس پر عوام کی ذہنی آب یاری کرنے کے لیے ایک پورا میکانزم کھڑا کردیا گیا۔ ہمارا مذہب، ادب، علم، کلچر، تاریخ اور لٹریچر، ساری چیزیں ایک خاص طے شدہ مخصوص منصوبے کے تحت سامراجی اور طبقاتی مفادات کے سازشی منصوبہ بندی سے دوچار ہوچکی ہیں۔ تو ایسے میں حضرتؒ یہ دیکھ رہے تھے کہ مذہب، سیاست، معیشت کے اندر ایک خاص نظریے کو پروان چڑھا دیا گیا ہے، اگر حضرتؒ چلتے ہوئے دھارے کا حصہ بن جاتے اور ایک پارٹی بنا کر اقتدار کے ایوانوں

www.rahimia.org

حضرتؒ کا کام بڑا ہمہ جہتی اور ہمہ گیر تھا

تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو ان کی صلاحیت کی وجہ سے اس ملک کی سیاست اور قیادت پر یقیناً کسی اور کا حق نہ ہوتا۔ لیکن چلتے ہوئے پانی کا رُخ بدلنا، محوِ سفر قافلوں کو واپس لوٹنے کی دعوت دینا، کہ تمھاری منزل کہیں اَور ہے اور تم غلط راستے پر ایک لمبی مسافت طے کر چکے ہو، کتنا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے حضرتؒ کو یہ کام کرنا پڑا۔

حضرت اقدسؒ جن کا ایک خانقاہی اور مذہبی پس منظر ہے اور وہ مذہب کی اس روایت کے امین تھے، جسے انبیاؑ صوفیاؒ اور خداترس لوگ انجام دیتے آئے تھے، جو انسان اور خدا کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے دنیا کے تمام مسائل کا حل عصری تقاضوں اور الٰہی تعلیمات کی روشنی میں دیتے آئے تھے، حضرتؒ نے اسی روایت کو نبھایا۔ مذہب تو انسانوں کے درمیان تمام فاصلے، تفریقیں مٹا کر، تمام جدائیوں کو ختم کر کے ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے۔ ان کے اندر محبت، اتحاد و اتفاق، اجتماعیت پیدا کرتا ہے، لیکن جہاں مذہب کے نام پر بٹوارے ہو رہے ہوں۔ دنیا وحدت کی طرف جا رہی تھی اور ہم تقسیم کے نظریے کی بات کر رہے تھے۔ دنیا ادھر جا رہی تھی کہ انسانوں کو اکٹھا کر کے کسی اجتماعی نظامِ حیات کی طرف بڑھا جائے، ہم تقسیم کے دائرے اور لائنیں کھینچ رہے تھے۔ دنیا اپنی وحدتوں اور قومیت کے وجود کو بچانے کے لیے کوشاں تھی اور ایک اس خطے کی لیڈرشپ تھی کہ وہ اس پر دلائل ڈھونڈ رہی تھی کہ ہم اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ لوگ اتحاد و اتفاق پر دلائل دیتے تھے، ہم تفریق، تشدد پر دلیل و بُرہان لا رہے تھے۔ گویا قومیں جن نظریات کو طلاق دے رہی تھیں، ہم انھیں نظریات سے رشتے استوار کر رہے تھے۔

ہم حضرتؒ کی مشکلات کو اس خطے کی تاریخ، مذہبی رویے اور سامراجی سیاست اور سازشوں کو جانے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ کیوں کہ آج لوگ مثالیں دیتے ہیں کہ بہت سی جماعتیں اور پارٹیاں ہیں، جن کا کام بعد میں شروع ہوا تھا، لیکن اُن کا حجم زیادہ ہے۔ انھوں نے محنت کم کی، اُن کا وجود بڑا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ کسی کے کام کو اُس کے نظریے کی قدر و قیمت پر پرکھا جاتا ہے۔ جس طرف پانی بہا جا رہا ہے، اُس طرف تیرنا بہت آسان ہے۔ آپ اگر کسی سے کہیں کہ اُلٹے رُخ تیرو، وہ مشکل ہوتا ہے۔ کوئی شخص کہیں جا رہا ہے، آپ اُدھر ہی اُسے جانے دیں اور اُسی راستے کے فضائل بیان کریں تو بہت آسان ہے۔ آپ جو بات لوگوں کے منہ میں ہے، وہی بات کہیں تو بہت سے لوگ آپ کی حمایت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ کام بڑی تیزی سے پھیلتا ہے اور جماعتوں کے حجم اور وجود بھی بڑے ہونے لگتے ہیں۔ اگر کہیں لسانی عصبیت موجود ہے، آپ وہاں زبان کے نام پر کوئی تحریک کھڑی کر دیں۔ جہاں فرقہ واریت کے نام سے دوکانیں اور مذہب کے نام پر کاروبار موجود ہوں، آپ بھی وہاں مذہب کے نام پر ایک نیا کاروبار کسی نئے فرقے کے نام پر بنا لیں تو آپ کو بھی مرنے مارنے کے لیے چند دیوانے مل جائیں گے۔ اور آپ کا وجود دن دگنی رات چوگنی ترقی کر کے بڑھنے لگے گا اور قومی اور عالمی سطح پر وہ قوتیں جن کا مفاد اس میں ہے کہ لوگوں کو مذہب، زبان، کلچر اور خطے کے نام پر لڑایا جائے، وہ بھی آپ کی معاون اور مددگار بن جائیں گی۔ تو اس کے خلاف بات کرنا، اس میں سے سچائی تلاش کرنا، اس میں حقیقت کی بات کرنا، یہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

حضرت اقدسؒ نے ان تمام دائروں میں جو جو نقائص موجود تھے، ان پر مثبت انداز میں تنقید کرنے کے ساتھ ساتھ ان شعبوں کا جو حقیقی اور اصل چہرہ تھا، وہ دکھایا۔ اور یقیناً کسی سوسائٹی اور معاشرے میں موجود تصورات کو بدلنا ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ سوسائٹی میں لوگوں کا جو نظریہ موجود ہوتا ہے، اگر آپ اس پر ضرب لگائیں تو کوئی آپ کی بات کی تعریف نہیں کرے گا، بلکہ فوراً ردِّعمل آئے گا۔ لوگوں کے خیالات، سوچ اور نظریہ بدلنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور ان حالات میں کہ جب مذہب، سیاست اور انسانیت کے حوالے سے ایسے نظریات موجود ہوں، جو داعی کے دعوت کے بنیادی فریم ورک کا ہدف ہوں کہ یہاں سیاست، مذہب، تاریخ، کلچر، علم، ادب ہر شعبے میں ملاوٹ اور جعل سازی موجود ہے۔ سب پر تنقید اور درست نظریے کا ابلاغ یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ لوگ اپنے اپنے دائروں میں رہ کر ایک دوسرے کی مخالفت کرتے تھے، لیکن حضرتؒ کی ایک آواز ایسی تھی کہ جہاں پر مخالفت کرتے ہوئے سارے دائروں کے لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے۔ کیوں کہ حضرتؒ کی دعوت جامع، ہمہ گیر اور گہری تھی۔ جب حضرتؒ بات کرتے تھے تو جہاں جہاں کمی، جھول اور نقص موجود ہے، وہاں پر جا کر چوٹ لگتی تھی۔ تو اس دھندے میں شریک سارے طبقے اکٹھے ہو جاتے تھے۔

جب ہم اس صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھیں گے تو حضرتؒ کا کام اپنی تمام تر مشکلات کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کس ماحول میں کام کر رہے تھے۔ کہ آزادی کے بعد ملکی نظام کی نئی تعمیر ضروری ہو چکی ہے۔ اس کی نئی تشکیل ہونا لازمی ہے۔ اس حوالے سے ہر چیز پر جو ایک طے شدہ روایت چل رہی ہے، اسے اس کی مخالف سمت میں لے کے جانا ہے۔ مثال کے طور پر میں بات کو سمجھانے کے لیے تھوڑی سی بات کھول دوں کہ آپ کے ملک کا پڑوسی ملک کے ساتھ ایک مخصوص خطے پر علاقائی تنازع ہے، جو ایک خالصتاً جغرافیائی اور سیاسی مسئلہ ہے، لیکن ہماری ایک مخصوص کلاس نے اس پر باقاعدہ ایک بیانیہ اور جہاد کا narrative کھڑا کر لیا ہے۔ اب مجھے بتائیں کہ یہ علاقائی تنازع ہے اور اُسے مذہب کے نام پر ''جہاد'' کا ٹائٹل دے دیا گیا ہے۔ اب آپ یہاں مخالفت کریں تو کیسے کریں گے؟ تو ایسے میں راستہ بنانا کہ موجود بیانیے (narrative) کو لوگ قبول ہی نہیں کر چکے، بلکہ گھول کے پی چکے ہیں۔ ان کے انگ انگ کے اندر یہ بات سرایت کر چکی ہے۔ وہاں پر اگر آپ یک دم ایک نئی بات کریں اور ہر چیز بدل جائے، یہ بہت مشکل ہے۔ وہاں پر تو مختلف زاویوں سے اپنی دعوتی صلاحیتوں کا اظہار کرنا ہی آپ کو اس مشکل صورتِ حال سے نبرد آزما ہونا سکھاتا ہے۔

حضرتؒ نے قوم کو ان خیالات کی گہری کھائیوں اور اندھیری راتوں سے نکالنے کے لیے کس طرح اپنے شب و روز صرف کیے اور کتنی آپ کو محنت کرنی پڑی، اس کی پوری

www.rahimia.org

ایک تاریخ ہے۔ حضرتؒ نے ایک عبقری اور جینئس ہونے کے سبب پاکستان کے سامراجی نظام میں لگے بندھے چوکھٹوں میں سوچنے سے انکار کر دیا کہ اگر تم انسانیت کو تقسیم کر کے کہو کہ ''اسلام مضبوط ہو گیا۔'' تم خاص علاقائی جھگڑے کو اسلام کا عنوان دے کر کہہ دو کہ ''یہ جہاد ہے۔'' تم ایک خاص سرمایہ دارانہ نظام میں شریعت بل منظور کروا کر کہہ دو کہ ''اسلام نافذ ہو گیا۔'' اور تم سرمایہ داری کو اسلام کے کیپسول میں بند کر کے لوگوں کو کھلانے کی کوشش کرو اور کہو ''یہ اسلام ہے۔'' تو حضرتؒ نے اس صورتِ حال کو رد کر دیا۔ انھوں نے ان جعلی اور دکھاوے کی کارروائیوں کو بے نقاب کیا۔

حضرتؒ نے اس ساری صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے ان نظریات پر تنقید شروع کی۔ دین اسلام کا جو اصل چہرہ تھا، اس کو صاف کیا۔ سچے مذہب کا جو حقیقی کردار تھا، وہ لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور مذہب کے اس خوف ناک اور مسخ شدہ چہرے کے نتیجے میں مذہب سے جو لوگوں بالخصوص نوجوانوں میں بے زاری پائی جاتی تھی، حضرتؒ نے مذہب کے حقیقی کردار کو پیش کر کے نوجوانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ سیاست کے اندر آلہ کاری، مفاد پرستی، خود غرضی اور لالچ کی جو نوعیت موجود تھی، اس کے حوالے سے انھوں نے دین اسلام کے صدرِ اوّل کی سیاست اور دنیا کے ترقی یافتہ معاشروں کی اُس سیاست کو یہاں پر موضوعِ بحث بنایا کہ جس کے نتیجے میں معاشرے ترقی کرتے رہے۔

حضرتؒ کا کام بڑا ہمہ جہتی اور ہمہ گیر تھا۔ ان کی دعوت کی بنیادی خوبی نوجوانوں کو تجزیاتی انداز فکر سے لیس کرنا تھا۔ آپ تاریخ سے واقف ہیں کہ پاکستان جب بنا تو یہاں کا ماحول بہت جذباتی تھا۔ یہاں پر نظریے پر بات کرنا، کوئی تعمیری بات کرنا بہت مشکل تھا۔ یہاں مجمعوں کی سیاست تھی، یا موچی دروازے، لیاقت باغ اور نشتر پارک کے بڑے بڑے میدانوں میں انسانوں کی منڈیاں لگا کر اسٹیجوں پر چند لوگ بیٹھ کر ان کے دماغوں کو کنٹرول کیا کرتے تھے، لیکن حضرتؒ نے اس سیاست، معیشت اور اس دور کی فاسد مذہبیت پر اُس وقت تنقید کی، جب یہاں پر تنقید کرنے اور اس کو برداشت کرنے کی سِرے سے کوئی روایت ہی نہیں تھی۔

یہ صرف حضرتؒ کی دعوت کے نتیجے میں ممکن ہوا۔ انھوں نے تنقید کی کہ یہ سیاست دان اس بات کا قوم کو جواب دیں کہ جس نظام کی گاڑی کو یہ چلا رہے ہیں، اُس کی منزل کیا ہے؟ یہ مذہبی طبقہ جو قوم کو جنت کی خوش خبریاں سنا رہا ہے، انھوں نے دنیا کو جہنم کیوں بنا رکھا ہے؟ دنیا ان سے جنت کیوں نہیں بنتی۔ جب کہ اسلام اور دین کا بنیادی نقطہ نظر ہی دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ آپ نے مثبت انداز میں تنقید کی روایت ڈالی۔ بات چیت اور مکالمے کا انداز دیا۔ جس کے نتیجے میں یہاں کے لوگوں میں روایتی چیزوں سے بے زاری پیدا ہونا شروع ہوئی۔ حضرتؒ نے اس وقت سوچنے کی دعوت دی۔ کہ کہنے والے کی بات پر نہ جاؤ، سوچو کہ جو بات کہی جا رہی ہے، وہ سچی ہے یا جھوٹی ہے؟ وہ حالات سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں رکھتی؟

(جاری ہے۔۔۔)

تکبیراتِ تشریق کے احکام

عرفہ یعنی نو (۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔ نو (۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تئیس نمازیں ہوئیں۔ نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنی چاہیے۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

طریقۂ نمازِ عیدالاضحیٰ

سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ ''دو (۲) رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔''

پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام ومقتدی **سبحانک اللّٰھمّ** آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو (۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ وسورت اور رکوع وسجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

مسئلہ: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ کے احکام: نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو (۲) خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔ یعنی اس وقت آپس میں بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

www.rahimia.org

دینی مسائل

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احکام ومسائل قربانی

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحب نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ص:۶/۳۱۲)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۹۹ جلد ۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر، محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴/۴۴۳)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کر لے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دُنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۷: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص ۳۱۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درج ذیل عیب ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارہویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارہویں تاریخ اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنا لے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

www.rahimia.org

بیادحضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ — وسیم اعجاز۔کراچی

26/ستمبر 2012ء

فضا جو ہوگی معطر ، تو یاد آؤں گا
شعور کے پیو ساغر ، تو یاد آؤں گا
کبھی جو چاہو کہ ہو عدل چار سُو پھیلا
اسی میں دل ہو جو مضطر ، تو یاد آؤں گا
قدم بڑھانے کا جب حوصلہ ملے تم کو
عمل ہو بہر پیغمبر ، تو یاد آؤں گا
نگاہ رکھنا کبھی حوصلہ نہیں ٹوٹے
نظر اٹھاؤ گے اوپر ، تو یاد آؤں گا
ہزار سنگ ہوں رستے میں چلتے جانا ہے
چلیں گے لفظوں کے نشتر ، تو یاد آؤں گا
ہمیشہ رکھنا اسلاف کا نشاں اونچا
انھی کو مانو گے راہبر ، تو یاد آؤں گا
وسیم یوں تو سبھی لمحے ان کی یاد کے ہیں
کبھی جو آیا ستمبر ، تو یاد آؤں گا

ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔

گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/8000 روپے کا ہوگا۔

رابطہ برائے حصص قربانی: حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ)

0321-6455369

عیدالاضحیٰ کے احکام ومسائل

مسئلہ نمبر۱: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے۔ اس دن ہر اس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عیدالاضحیٰ کے دن درج ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ ۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق یعنی "اَللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ،لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، وَلِلّٰہِ الْحَمْد" کہنا۔ اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آ کر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

قربانی کے موقع پر ادارہ رحیمیہ سے تعاون کریں!

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں۔ متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں چرم ہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لیے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

نام معاون ادارہ رحیمیہ: ....

ایڈریس اور رابطہ نمبر : ....

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انژ (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔